© rasailojaraid.com

لوگوں کی حوصلہ شکنی ہو اور دوسروں تک درست پیغام جائے۔

بہر حال اس معاملے میں دینی مصلحت اور شرعی تقاضوں کو پیش نظر رکھنا چاہیے اور اس کے مطابق جو بات مناسب لگے اس پر عمل کرنا چاہیے۔(مولانا ڈاکٹر رضی الاسلام ندوی)

مطلقہ ماں کا حقِ حضانت (پرورش)

سوال: اخبار میں ایک استفسار کے جواب میں درج ہے: ''شرعاً والد کو یہ حق حاصل ہے، بلکہ اُس کے لیے ضروری ہے کہ اگر طلاق کی نوبت آئے تو اپنی ساری اولاد کو وہ اپنے پاس رکھے۔ والدہ کو اولاد رکھنے کا کوئی حق نہیں، مگر حدیث پاک میں آیا ہے کہ:

۱- ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے، میرا بطن اس کی جائے قرار تھی۔ میرے سینے سے اس نے دودھ پیا اور میری آغوش نے اِسے پالا ہے۔ اب اس کے باپ نے مجھے طلاق دے دی ہے اور چاہتا ہے کہ اسے مجھ سے چھین لے۔ آپؐ نے فرمایا: ''جب تک تو نکاح نہ کرے، تو اِس بچے کی زیادہ حق دار رہے''۔(مشکوٰۃ، بلوغ الصغیر وحضانتہ)

۲- نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ایک لڑکے کو اختیار دیا کہ وہ چاہے تو باپ کے پاس رہے اور چاہے تو ماں کے پاس۔ (ایضاً)

۳- ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: ''میرا خاوند چاہتا ہے کہ میرے بیٹے کو لے جائے، حالاں کہ وہ [بچہ] مجھے پانی لا دیتا ہے اور میرے کام آتا ہے۔ آپؐ نے اس لڑکے سے فرمایا: ''یہ تمھارا باپ ہے اور یہ تمھاری ماں ہے، جس کا ہاتھ چاہو پکڑ لو''۔ اُس نے ماں کا ہاتھ تھام لیا اور وہ اُسے لے کر چلی گئی۔ (ایضاً)

۴- حضرت ابوہریرہؓ کے پاس ایک فارسی عورت آئی، جس کے ساتھ اُس کا بیٹا تھا، اور جس کے شوہر نے اسے طلاق دے دی تھی۔ میاں بیوی نے حضرت ابوہریرہؓ کے سامنے اپنے مقدمے کو پیش کیا۔ عورت نے اپنی زبان میں کہا: میرا خاوند، میرے بیٹے کو لے جانا چاہتا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا: ''بچے کے بارے میں قرعہ ڈال لو''۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خاوند نے آکر کہا: ''میرے بیٹے کے بارے میں میرے استحقاق میں کون جھگڑا کرسکتا ہے''؟ حضرت ابوہریرہؓ نے جواب دیا: میں یہ بات صرف اس لیے کہہ رہا ہوں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا اور ایک عورت نے آکر کہا: ''میرا خاوند میرے بیٹے کو لینا چاہتا ہے، حالاں کہ بچہ میرے کام کرتا ہے اور مجھے پانی لا دیتا ہے''۔ آپ نے فرمایا: ''دونوں میں قرعہ ڈال لو''۔ باپ نے کہا: ''میرے بیٹے کے بارے میں کون جھگڑا کرسکتا ہے''؟ آپؐ نے بچے سے فرمایا: ''یہ تمھارا باپ ہے اور یہ تمھاری ماں ہے، جس کا ہاتھ چاہو پکڑلو''۔ اُس نے اپنی ماں کا ہاتھ پکڑ لیا۔ (ایضاً)

۵- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے والدہ اور اُس کے بیٹے کے درمیان جدائی ڈالی، اللہ تعالیٰ اُس کے اور اُس کے پیاروں کے درمیان قیامت کے روز تفریق کرے گا''۔ (مشکوٰۃ حق الملوک والفضات)

براہ کرم ان احادیث کی روشنی میں متذکرہ بالا بیان کی تصحیح فرمادیں؟

جواب: آپ کی تنبیہ کا شکریہ۔ سوال وجواب جس شکل میں شائع ہوا ہے، اُس پر آپ کے ذہن میں اشکال کا پیدا ہونا ایک قدرتی امر تھا۔ سائل نے اپنے حالات بہت تفصیل سے تحریری اور پھر زبانی بیان کیے تھے، اور اُن کا مطالبہ یہ تھا کہ دلائل اور تفصیلات کے بغیر اُنھیں ایک مختصر اور قطعی جواب دیا جائے۔ اس سوال وجواب کی اشاعت قطعاً پیشِ نظر نہ تھی، لیکن کسی نامعلوم وجہ کی بنا پر اُنھوں نے سوال کا ایک بے ربط سا خلاصہ اور میرا مجمل جواب اخبار میں شائع کرا دیا۔ بہرحال، اب جب شائع ہوچکا ہے اور آپ نے اس پر اعتراض وارد کر دیا ہے تو میں دوبارہ اپنے مدعا کو واضح طور پر بیان کیے دیتا ہوں۔

آپ نے جو پانچ احادیث نقل فرمائی ہیں، اُن میں سے پانچویں حدیث تو تفریقِ زوجین اور حضانتِ صغیر سے متعلق نہیں ہے۔ وہاں والدہ اور وَلد سے مراد لونڈی اور اُس کی اولاد ہے اور تفریق سے مراد بچوں کو ماں سے جدا کر کے باپ کے سپرد کرنا نہیں ہے، بلکہ والدہ اور بچوں کو الگ الگ افراد کے سپرد کرنا ہے، یا اُن کے ہاتھ بیچ دینا ہے۔ مگر متعدد احادیث سے بھی اس فعل کی ممانعت ثابت ہے۔ بقیہ پہلی چار احادیث سے درج ذیل احکام مستنبط ہوتے ہیں:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱- زوجین کی تفریق اور اولادِ صِغار [چھوٹی عمروں] کی موجودگی کی صورت میں اولاد اگر سنِ تمیز کو نہ پہنچی ہو اور مادرانہ شفقت کی محتاج ہو، تو والدہ اُسے اپنی حضانت (پرورش) میں رکھنے کی زیادہ حق دار ہے، بشرطیکہ وہ نکاحِ ثانی نہ کرے۔

۲- اگر اولاد سنِ تمیز کو پہنچ جائے تو ایسی صورت میں یا تو قرعہ اندازی کی جائے گی، یا پھر اگر والدین میں سے کوئی ایک یا، دونوں اس کے لیے رضامند نہ ہوں، تو بچے کو اختیار دیا جائے گا کہ وہ والدین میں سے جس کے ساتھ رہنا پسند کرے، اُسی کے ساتھ ہو جائے۔

یہ اُصول جو سنتِ نبویؐ سے ثابت ہیں، اِن سے اختلاف کی کسی مسلمان کو گنجایش نہیں۔ البتہ، ائمۂ سلف نے ان اور اسی قبیل کی دوسری احادیث کے سیاق و محل کا لحاظ رکھتے ہوئے، نیز والدین اور اولاد کے باہم دگر شرعی حقوق اور ذمہ داریوں کو من حیث المجموع نگاہ میں رکھتے ہوئے، والدہ کے حقِ حضانت کے لیے چند مزید شرائط و حدود بیان کیے ہیں، مثلاً: علماے مذاہب اربعہ کا قریب قریب اس پر اتفاق ہے کہ حسب ذیل عُیوب اگر والدہ میں ہوں درآں حالیکہ والدان سے بری ہو، تو والدہ کا حقِ حضانت ساقط ہو جائے گا:

● ارتداد ● فتورِ عقل ● ترکِ صوم و صلوٰۃ یا علانیہ فسق و فجور ● تربیتِ اولاد سے قطعی غفلت ● اولاد کو لے کر کسی ایسے ماحول میں رہنا، جہاں فسادِ اخلاق کا اندیشہ ہو، یا کسی ایسے دُور افتادہ شہر میں جا کر مقیم ہونا، جہاں والد کے لیے اولاد کی تعلیم و تربیت کی دیکھ بھال دشوار ہو۔ ● والد کے عدمِ استطاعت کے باوجود اُس سے اولاد کے نفقے کا مطالبہ کرنا۔

اسی طرح فقہا کی راے یہ بھی ہے کہ والدہ کے پاس رہنے کی مدتِ حضانت سات یا زیادہ سے زیادہ نو برس ہے۔ اس کے بعد والد کو حق حاصل ہے کہ وہ اولاد کو اپنے چارج میں لے لے۔

اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان شرائط میں سے کوئی شرط بھی مذکورہ احادیث یا عام اصولِ شریعت کے خلاف نہیں ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ اولاد کے نان نفقے، اُن کی مادی و اخلاقی تربیت، اُن کی تعلیم، ہُنر آموزی اور اُن کے شادی بیاہ کی اصل ذمہ داری والد پر ہے، نہ کہ والدہ پر۔ مرد ہی بحیثیت قوامِ خاندان قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا [التحریم ۶۶:۶] کا اوّلین مخاطب ہے۔ ان حالات میں یہ کس طرح قرینِ قیاس ہو سکتا ہے کہ والدہ کو غیر معین مدت کے لیے علی الاطلاق

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حقِ حضانت دے دیا جائے، کہ وہ والد کی خواہش کے علی الرغم جس سانچے میں چاہے اولاد کو ڈھال دے اور پھر اس کا خمیازہ بھگتنے کے لیے اولاد کو والد کے حوالے کر دے۔

اسی بنا پر یہ کہنا بھی صحیح نہیں معلوم ہوتا کہ مدتِ حضانت کو سنِ بلوغ تک لازماً طول دینا چاہیے۔ جب اولاد بالغ اور صاحبِ اختیار ہوگئی، تو اُس وقت اُس کے والد کی ولایت میں آنے کے کوئی معنی ہی باقی نہیں رہتے۔ اُس وقت وہ ایک طرح سے اپنے نفع وضرر کی خود مکلف اور ذمہ دار بن جاتی ہے۔ اس لیے حکمتِ شریعت عین اس امر کی متقضی ہے کہ ایک طرف تو مدتِ حضانت کی ایک مناسب حد متعین کی جائے، اور دوسری طرف والدہ کے حقِ حضانت پر مناسب قیود عائد کی جائیں۔ والدہ پر عدمِ نکاح اور عدمِ ارتداد کی قید خود احادیث میں آگئی ہے۔ اسی سے مزید پابندی اور تحدید کا جواز نکل سکتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر دوسری شرائط کا ذکر نہیں فرمایا، تو اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ جو مقدمات آپؐ کے سامنے پیش ہوئے اُن میں والدہ کی طرف سے اس طرح کے خدشات کے بارے میں امن واطمینان تھا ورنہ خاموش نہ رہتے، بلکہ والدہ کی حضانت کی صورت میں متوقع مضرات کو ضرور بیان کرتے اور اپنے آپ کو زیادہ حق دار ثابت کرنے کے لیے صرف اتنا ہی کہنے پر اکتفا نہ کرتے کہ باپ سے بیٹے کے معاملے میں کون جھگڑ سکتا ہے، بلکہ ساتھ یہ بھی کہتے کہ والدہ اس کی تربیت خراب کرے گی۔ گویا کہ اِن جھگڑوں میں، والدین میں سے کسی ایک کے صالح اور دوسرے کے غیر صالح ہونے کا سرے سے سوال تھا ہی نہیں، صالحیت کے لحاظ سے والدین مساوی تھے۔

اصل تقابل صرف ماں کی مامتا یا اس کے احتیاج اور پدری محبت کے درمیان تھا۔ ایسی صورت میں ماں کو ترجیح دی گئی ہے، یقیناً اب بھی دی جائے گی۔ اس سے یہ ثابت کرنا مشکل ہے کہ اگر ماں تربیتِ اولاد کی عظیم ذمہ داریاں اُٹھانے کے لیے قطعی نااہل ہو، تب بھی اُس کے حقِ حضانت کو مقدم رکھ کر اولاد اُس کے سپرد کر دی جائے گی۔ (جسٹس ملک غلام علی، رسائل و مسائل، ششم، ص ۴۹۶-۵۰۱)

© rasailojaraid.com